بارے میں صادر ہونے والے جواب کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے تو نے اس سے استفتاء (سوال) کیا تو اس نے تجھے فتوی (جواب) دیا۔ متقدمین کے ہاں ''فتیا'' کثیر الاستعمال تھا اور متاخرین کے ہاں ''فتوی'' کے استعمال نے زیادہ رواج پایا۔

فقہی اصطلاح میں کسی وضاحت طلب مسئلے میں اس موضوع کے بارے میں خصوصی اہلیت کے حامل فقیہ و مجتہد عالم کی طرف سے جاری کردہ حکم، رائے، فیصلے، وضاحت اور بیان کو فتوی کہتے ہیں، جو سائل کے جواب میں صادر ہوتا ہے اگر اس کی نسبت شارع کی طرف ہو تو افتاء کا اطلاق حکم ایجاد کرنے پر ہوگا، جیسے: ﴿ یستفتونک قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلالة ﴾ (النساء:۱۷۶) ''(اے پیغمبر) لوگ تجھ سے حکم دریافت کرتے ہیں کہ دیجئے! اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔''

فتوی اور قضاء میں فرق:

۱۔ فتوی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے (کتاب وسنت کے حوالے سے) کسی مجتہد عالم دین کی وہ وضاحت ہوتی ہے جس میں سائل یا مستفتی کے لیے شرعاً مطلوب عمل یا ترک عمل کا بیان ہو، یعنی احکام شریعت کا بیان فتوی کہلاتا ہے، جبکہ قضاء قاضی کی طرف سے عدالتی فیصلے کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا لازمی حکم بھی ہوتا ہے۔

۲۔ وہ تمام امور و معاملات اور فیصلے جن میں قاضی کا حکم معتبر ہوتا ہے ان میں مفتی کا فتوی بھی جاری و ساری ہوتا ہے، اس کے برعکس مفتی کے دائرہ فکر و نظر اور توضیح و بیان میں آنے والے بہت سارے امور و مسائل میں قاضی کو حکم جاری کرنے کا اختیار نہیں، جیسے عبادات اور ان کے متعلقہ مسائل، ان میں مفتی کا فتوی عام شرعی حکم کا درجہ رکھتا ہے۔

۳۔ حقوق العباد ہوں یا دینی معاملات و عبادات' سائل مفتی کے پاس برضا و رغبت جاتا ہے، جبکہ قاضی کی عدالت میں عام طور پر مجبوراً جانا پڑتا ہے۔

۴۔ مفتی کے فتوی پر عمل کے لیے سائل پر کوئی حکومتی اور قانونی دباؤ نہیں ہوتا، جبکہ قاضی کے حکم پر عمل کروانے کے لیے اس کی پشت پر ریاستی طاقت یا معاشرتی دباؤ ہوتا ہے۔

۵۔ قاضی حاکم وقت کا نمائندہ، اس کا مقرر کردہ اور اس کے احکام کا پابند ہوتا ہے، جبکہ مفتی براہ راست اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ترجمان اور صرف انہی کے احکام کا پابند اور صرف اللہ کے حضور جوابدہ ہوتا ہے۔

۶۔ پابند شریعت قاضی کو قدم قدم پر مفتی کی طرف رجوع کر کے اس سے راہنمائی لینا پڑتی ہے، مفتی اس کے حکم کے بارے میں صحیح یا غلط کا فیصلہ بھی کر سکتا ہے، جبکہ مفتی کے فتوی پر قاضی رائے زنی نہیں کر سکتا۔

❁❁❁❁

صحابہ کرام واہل بیت کی باہمی محبت

ابوعبداللہ

شیعہ اثنا عشریہ اور صحابہ کرام :

ہمارے اہل تشیع برادری کی کتابوں میں صحابہ کرامؓ کے متعلق دو متضاد تصویریں پائی جاتی ہیں:

ایک وہ تصویر ہے جس میں رسول اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے مریدان باصفا کی خوب کردار کشی ہے۔ یہ تصویر بعض ضعیف وغیر معتمد راوی حضرات کی طرف سے ہے، جن سے خود اہل بیت اطہار بھی محفوظ نہیں ہیں۔

ابوعبداللہ جعفر صادق فرماتے تھے: ''ہم ائمہ اہل بیت ایسے کذاب سے محفوظ نہیں رہ سکتے جو ہمارے ذمہ جھوٹ لگاتا رہتا ہے اور ہم پر افتراء کر کے ہماری سچی باتوں کو بھی لوگوں کے ہاں ساقط الاعتبار بنا دیتا ہے۔ (مقام صحابہ، حاشیہ ۱، ص ۱۶، بحوالہ رجال کشی ص ۱۰۰) تصویر کا یہ رخ انتہائی بھیانک ہے۔

لیکن دوسرا رخ وہ ہے جس میں صحابہ کرام ﷺ کو وہی مقام و مرتبہ اور اعزاز دیا گیا ہے جس کے وہ سزاوار ہیں۔ ہمارے خیال میں تصویر کا دوسرا رخ ہی مستند اور ٹکسالی ہے۔ اس لئے کہ یہ قرآن کریم، سنت نبویہ اور عقل صحیح کے عین مطابق اور خود صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کے شایان شان ہیں۔ ائمہ اطہار سے اصحاب کرام یاران نبی ﷺ کے متعلق خلاف قرآن مجید، خلاف فرامین نبویہ اور خلاف عقل و منطق بات صادر ہو ہی نہیں سکتا۔ ﴿سبحانک هذا بهتان عظیم﴾

ہمارے ان خیالات کی تائید درج ذیل اقوال سے ہوتی ہے۔

۱۔ امام ابوجعفر محمد باقر اپنے آباء واجداد کرام کے سلسلے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا: (فإذا أتاكم الحديث فاعرضوه على كتاب الله عزوجل وسنتي فما وافق كتاب الله وسنتي فخذوه وما خالف كتاب الله وسنتي فلاتأخذوه) ''جب تمہارے پاس حدیث (روایت) پہنچے تو اسے کتاب اللہ اور میری سنت مطہرہ (احادیث مبارکہ) پر پیش کرو جو حدیث ان دونوں کی موافق ہو اسے لے لو اور جو مخالف ہو اسے مت لے لو۔'' (رحماء بينهم : ۲ / ۲۶، بحواله احتجاج طبرسی)

۲۔ جناب علی مرتضیٰؓ کا ارشاد: (فما وافق كتاب الله فخذوه وما خالف كتاب الله فدعوه) ''کہ تم کتاب اللہ کے موافق بات کو قبول کر لو اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو!'' (رحماء بينهم :۲/ ۲۷ بحواله